علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: جناب مولانا عبدالعظیم انصاری قصور

مولانا محمد مدنی رحمہ اللہ 18 فروری 2002ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر کے عالمِ جاودانی کا سفر اختیار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ایک عرصے سے صاحب فراش تھے اور لاہور ہسپتال میں داخل تھے کہ وقت موعود آ پہنچا۔ ان کی وفات کی اچانک اطلاع سن کر دل کو انتہائی صدمہ لاحق ہوا۔ اس دار فانی میں ہر روز لوگ آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ لیکن ایک صاحب علم وفضل اور نامور عالم دین کا انتقال اس قحط الرجال کے دور میں ایک بہت بڑا سانحہ اور المیہ ہے۔ مولانا محمد مدنی علیہ الرحمہ کا تعارف مجھ سے اس دور میں ہوا جب میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے دفتر شیش محل روڈ میں ناظم دفتر تھا۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ جمعیت کے صدر اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ ناظم اعلیٰ تھے۔ اسی دوران جماعت کی عظیم درسگاہ جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے طلباء میں قاضی محمد اسلم سیف، حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی، مولانا حافظ بنیامین، مولانا علی محمد، مولانا محمد مدنی، مولانا محمد علی جانباز اور دیگر علمائے کرام سے اس عاجز کے مخلصانہ روابط وتعلقات تھے۔

اس وقت جامعہ سلفیہ کی نظامت اور اہتمام حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کے سپرد تھا جو حق بحق دار رسید کے مصداق تھا۔ بعد میں بوجوہ اس میں تبدیلی واقع ہوگئی۔ حضرت سید داؤد غزنویؒ کی ہدایت پر میں جامعہ کے سالانہ امتحان کے موقع پر مختلف مدارس کے ماہر اور تجربہ کار اساتذہ کرام سے جامعہ کے نصاب کے مطابق تمام علوم وفنون کی کتابوں کے سوالات کے پرچے مرتب کراتا...... پھر خود ہی دفتر میں موجود سائیکلو سٹائل مشین پر تعداد کے مطابق پرچے تیار کر کے انہیں لے کر امتحان کی مقررہ تاریخ پر فیصل آباد جاتا اور اپنی نگرانی میں پرچے حل کراتا۔ بعد میں نتائج مرتب کر کے حضرت مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آپ میری اس کارکردگی سے نہایت خوش ہوتے اور تحسین وتبریک سے نوازتے۔ پھر تمام پرچے ناظم تعلیم کے سپرد کر دیئے جاتے۔ جو جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لے جا کر طلباء کو نتائج سے آگاہ کرتے۔ نتائج کے لحاظ سے مولانا محمد مدنیؒ کا شماران طلباء میں ہوتا تھا جو کارکردگی کے لحاظ سے اعلیٰ پوزیشن حاصل کرتے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور اس کی طرف سے ودیعت

کردہ فہم و فراست اور علم و حکمت کی بدولت ملک بھر سے جماعت اہلحدیث میں سے بلند پایہ اور عالی دما
شخصیت کو مرکزی مجلس شوریٰ اور عاملہ کیلئے منتخب کر رکھا تھا۔ جن میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے اعا
رجال شامل تھے۔ نامور اصحاب علم و فضل، تاجر پیشہ حضرات، سیاستدان اور دانشور بلند پایہ صفات بزرگو
کی ایک قابل تعریف ٹیم تھی۔ جنہیں جماعت کا محسن کہنا مناسب ہوگا۔ ان کے اسمائے گرامی کے تذکرہ
مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ ان علماء عظام میں محترم حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ والد گرا
علامہ محمد مدنی بھی تھے۔ جن کا شمار جید علماء کرام میں ہوتا تھا۔ یہ سب حضرات پارلیمانی آداب و اطوار، مجلس
قواعد وضوابط سے پوری طرح آگاہ تھے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالغفورؒ نے اپنے جذبۂ علمی اور دینی ذوقِ فراواں کی وجہ سے اپنے فرز
عزیز علامہ محمد مدنیؒ کو جو اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ علومِ دین کے حصول کی خاطر وقف کر دیا تھا۔ علام
محمد مدنیؒ کے ایک خالو الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندی رحمہ اللہ حجاز میں متمکن تھے۔ وہ کچھ عرصہ جامع
اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں بطور استاذ خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس تعلق سے حضرت مولانا حاف
عبدالغفورؒ کے الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندی رحمہ اللہ کی وساطت سے سعودیہ کی عظیم شخصیات اور شیو
سے قریبی مراسم اور تعلقات پیدا ہو گئے اور وہاں علمی حلقوں میں آپ کو احترام کو نظر سے دیکھا جاتا۔

حافظ صاحب نے اپنے بیٹے علامہ محمد مدنی کا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخل کرادیا۔ وہاں س
آپ علوم وفنون سے سرفراز ہو کر فاضل مدینہ یونیورسٹی اور مدنی ایسے معزز القاب سے معروف ہوئے۔ حاف
عبدالغفورؒ نے اپنی زندگی میں عظیم درسگاہ جامعہ علوم اثریہ جہلم کے نام سے ایک بہت بڑا علمی ادارہ قائم کیا
اس کی تاسیس کے موقع پر حضرت حافظ صاحبؒ کی کوشش کی بدولت امام کعبہ فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل
بھی جہلم تشریف لائے اور ان کے مبارک ہاتھوں سے جامعہ علوم اُثریہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب
میں ملک کے اطراف و اکناف سے بہت سے اہل علم اور اہم شخصیات نے شرکت کی۔ حضرت حافظ صاحب
کی دعوت پر یہ عاجز بھی جہلم حاضر ہوا۔ وہاں میرا قیام تو اپنے ایک دوست محمد افضل صاحب کے ہاں تھا
لیکن حافظ صاحبؒ اپنے مخلصانہ تعلقات کی بناء پر باصرار کسی خدمت کیلئے دریافت فرماتے رہے۔ اس تقریب
میں حضرت سید پیر بدیع الدین شاہ راشدیؒ بھی سندھ سے تشریف لائے۔

16 اکتوبر 1986ء کو حضرت حافظ عبدالغفورؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تو ان کی وفات کے ب

جامعہ علوم اُثریہ کی تعمیر کے سلسلے میں تمام امور کی انجام دہی اور تعلیمی وتدریسی نظام کی نگرانی اور اہتمام کی تمام تر ذمہ داری علامہ محمد مدنیؒ کے کاندھوں پر آ پڑی۔ جنہیں وہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تادم زیست باحسن طریق انجام دیتے رہے۔ علامہ محمد مدنی کی شخصیت علم وفضل کے لحاظ سے نادر الوجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی صلاحیتوں سے بدرجہ اتم بہرہ ور کر رکھا تھا۔ آپ کو دینی علوم میں فوقیت تو حاصل تھی ہی اس کے ساتھ آپ کو سیاسی اور انتظامی امور میں بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ والدگرامی کی وفات کے بعد ان کا غیر ملکی چھوڑا ہوا مجوزہ کام آپ نے نہایت محنت وکاوش، سعی وجہد اور حسنِ تدبیر کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ طلباء کی درسگاہ کے ساتھ طالبات کی تدریس وتعلیم کیلئے بھی بہترین انتظام فرمایا اور اس سلسلے میں الگ ایک بہت بڑی بلڈنگ تعمیر کی۔ آپ ہمہ وقت مصروفِ کار رہنے والے انتھک اور محنتی انسان تھے۔ بلند پایہ مقرر اور خطیب، تجربہ کار مدرس، اعلیٰ صلاحیتوں سے متصف، منتظم اور فعال بزرگ تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر بھی تھے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں تشریف لاتے تو پیش آمدہ امور ومسائل پر نہایت جچے تلے انداز میں اپنی رائے کا اظہار کرتے۔

بیرون ملک اسلامی ملکوں سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات (شارجہ، الفجیرہ، رأس الخیمہ، دبئی) اور قطر وغیرہ کے علاوہ انگلستان میں بھی تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے رہے۔ سعودی عرب میں تو قریباً ہر سال رمضان مبارک میں جاتے۔ دو تین بار اس عاجز کو بھی حرمین شریفین میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ عندالملاقات فرماتے کہ میرے متعلق کوئی خدمت ہوئی بلا جھجک فرمایئے۔ آپ کی علمی، دینی، تبلیغی اور جماعتی خدمات کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ جس کیلئے یہ کہنا مناسب ہے کہ ''ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما'' آپ کی وفات سے جماعت اور علمی حلقوں میں جو خلاء واقع ہوگیا ہے اس کا پر ہونا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ اس قسم کی ہمہ صفت موصوف شخصیات روز روز کہاں پیدا ہوتی ہیں۔ قضاء وقدر کے فیصلے کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ۔۔۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

گذشتہ چند سال میں جماعت کی بعض نہایت بلند مرتبت شخصیات کی پے در پے وفات سے جماعت کو انتہائی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین اور خصوصاً علامہ مدنیؒ کی مغفرت فرمائے اور ان تمام عباد الرحمٰن کو اپنے ظلِ رحمت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

مولانا محمد مدنیؒ

ازقلم: عابد مجید مدنی مدرس جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد

18 فروری 2002ء شب آٹھ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو میرے ساتھ قطر سے بھائی خالد شاہ محمد علوی صاحب نے بات کرتے ہوئے کہا کہ علامہ محمد مدنیؒ جہلم والے فوت ہو گئے ہیں اور میں کافی کوشش کر رہا ہوں کہ جنازے پر پہنچ جاؤں۔ بصورت دیگر انہوں نے کہا کہ آپ میری طرف سے ان کے بھائیوں سے افسوس کر آئیں۔ میں نے گذارش کی کہ ضرور حاضری دوں گا۔ اس دوران جامعہ سلفیہ اور مولانا ارشاد الحق سے بات ہوئی تو انہوں نے اس افسوس ناک خبر کی تصدیق کر دی اور اگلے دن جنازے پر جانے کیلئے پروگرام تشکیل دیا گیا۔ پوری رات اضطرابی کیفیت اور پریشانی میں گزری۔ صبح اذان ہوئی نماز با جماعت ادا کی اور جامعہ سلفیہ چلا گیا۔ وہاں سے مولانا عبدالعزیز علوی صاحب سابق مدرس جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور مولانا مدنی مرحوم کے اس دور کے شریک عمل کی امارت میں یہ قافلہ رواں دواں ہوا۔ پورے سفر میں ان کے جوانی کے محاسن اور بعد کے دعوتی، تربیتی، اصلاحی، تعلیمی، تدریسی، صحافتی اور سماجی کارناموں پر بات ہوتی رہی۔ مولانا عبدالعزیز علوی صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا مدنیؒ ایک بہترین خطیب اور مدرس تھے۔

19 فروری 2002ء کو یہ قافلہ دن ساڑھے بارہ بجے جہلم پہنچا۔ ہمارے ساتھ حضرت مولانا پیر محمد یعقوب صاحب شیخ الحدیث جامعہ علوم اُثریہ جہلم اور فیصل آباد کے معروف خطیب مولانا طیب معاذ بھی تھے۔ نماز ظہر مولانا علوی صاحب کی امامت میں ادا کی اور جامعہ اُثریہ پہنچے، وہاں لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ہر چہرے پر افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ پورے پاکستان سے علماء، شیوخ الحدیث، مشائخ، مفکرین اور سیاست دان تشریف لا چکے تھے جو کہ مولانا کے وارثین اور لواحقین سے افسوس کر رہے تھے اور انہیں صبر جمیل کی تلقین فرماتے تھے۔ ان کے برادر اصغر مولانا حافظ عبدالحمید عامر نہایت غمزدہ تھے اور حافظ

احمد حقیق بھی دیکھے نہیں جا رہے تھے۔ وہاں ہر آنکھ اشکبار تھی، مرد کیا عورتیں بھی مولانا مرحوم کے گھر بے شمار تعزیت کرنے کیلئے پہنچ رہی تھیں۔ اسی اثناء میں مولانا مرحوم کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ پشاور، اسلام آباد، ملتان، لاہور، فیصل آباد، شیخوپورہ، منڈی بہاؤالدین، سیالکوٹ اور مختلف علاقوں کی نمایاں نمایاں شخصیات اس عظیم، نیک شخص کے جنازے میں شریک تھیں۔ فیصل آباد سے مولانا عبدالعزیز علوی، شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، جامعہ تعلیمات اسلامیہ سے راقم الحروف، فیصل آباد شہر کے نائب امیر مولانا طیب معاذ اور لاہور سے ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان میاں محمد جمیل، حافظ صلاح الدین یوسف، شرقپور سے مولانا حافظ مسعود عالم، مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد کے حافظ محمد شریف صاحب وغیرہ جنازے میں شریک ہوئے۔ جبکہ جہلم کی سماجی، سیاسی، دینی، علمی اور حکومتی شخصیات بھی نظر آ رہی تھیں۔

مولانا کی نمازِ جنازہ جہلم کے ریلوے گراؤنڈ میں ادا کی گئی، پورا گراؤنڈ لوگوں سے بھر گیا اور تنگ ہونے لگا۔ نماز جنازہ علامہ مدنی مرحوم کے برادر اصغر مولانا حافظ عبدالحمید عامر نے پڑھائی۔ لوگ بڑے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد مولانا کا دیدار کرایا گیا۔ اس کے بعد میت کو جامعہ علوم اُثریہ لایا گیا جہاں مولانا کی زیر سرپرستی چلنے والے اہم ادارے جامعہ اُثریہ للبنات کی طالبات اور دیگر مستورات نے نمازِ جنازہ ادا کی اور مغرب سے قبل علامہ مرحوم کو اپنے والد گرامی مرحوم مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم بلند پایہ عالم دین، ممتاز مدرس، اہل علم اور مفکر تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد مرحوم نے اپنے باپ کے جاری شدہ تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی کاموں کو آگے بڑھایا۔ بہت سارے دینی ادارے قائم کئے، جامعہ علوم اُثریہ کے بعد جامعہ اُثریہ للبنات (برائے خواتین)، اُثریہ مڈل سکول (برائے طلبا)، اُثریہ مڈل سکول (برائے طالبات)، اُثریہ کتب خانہ و کیسٹ ہاؤس، ماہنامہ مجلہ حرمین، ادارہ برائے تعمیر مساجد وغیرہ عظیم ادارے آپ ہی کی نگرانی میں قیام پذیر ہوئے۔ مرحوم نہایت صالح شخصیت کے حامل تھے۔

مسلکی جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، علماء کے قدر دان تھے، جب بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ نہایت گرم جوشی کے ساتھ ملتے اور مہمان نوازی کرتے، مہمانوں کو بغیر تواضع کے ہرگز

فارغ نہ کرتے۔

پاکستان میں مولانا کا شمار بڑے مقتدر اور ممتاز علماء کرام میں ہوتا تھا۔ وہ جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر تھے۔ لاہور میں مرکزی دفتر میں ہمیشہ وہ حاضری دیتے اور مجلس عاملہ کی مجالس میں شریک ہوتے۔ انہیں جہالت سے بہت زیادہ نفرت تھی اس وجہ سے وہ ہمیشہ مطالبہ کرتے کہ مرکزی جمعیت کے اہم مناصب پر علماء اور اہل علم کو متمکن ہونا چاہیے۔ یہی جذبہ لئے وہ راہِ عدم ہو گئے۔ اللہ جانے مرحوم کی یہ دیرینہ خواہش کب پوری ہوتی ہے؟

علامہ مدنی ایک متحرک شخص تھے۔ پنجاب اور پورے پاکستان کی سطح پر ہمیشہ وہ ہر تحریک کے روح رواں اور بعض تحریکوں کے صف اول کے لیڈر ہوتے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں انہوں نے قربانیاں پیش کیں اور سنٹرل جیل گجرت میں تین ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ بلآخر جب لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس نسیم حسن شاہ نے ان کی ضمانت منظور کی تو انہوں نے باقی ساتھیوں کے بغیر ضمانت پر رہا ہونے سے انکار کر دیا۔

وہ نہ صرف پاکستان میں موجودہ مسلمانوں کی مشکلات کے حل کیلئے کوشاں رہتے بلکہ وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کو درپیش مسائل کے حل کیلئے مطالبے کرتے اور قراردادیں پیش کرتے۔ کویت اور عراق کے مابین جنگ کے دنوں میں مولانا مرحوم نے اس سلسلے میں اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ سعودی عرب کے حق میں تحفظ حرمین شریفین موومنٹ کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی اور جہلم، اسلام آباد، راولپنڈی، لاہور، پشاور وغیرہ میں سعودی عرب کے حق میں احتجاجی جلسے کئے اور نام پیدا کیا۔ نیز اپنا ماہنامہ مجلہ ''حرمین'' بھی جاری کیا۔ مولانا مرحوم کو حرمین شریفین اور مکہ و مدینہ سے خاص عقیدت اور محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان مشکل حالات میں مرحوم نے تن من دھن کی بازی لگا دی اور واضح موقف اختیار کیا۔

مولانا مرحوم کو بیرونی ممالک کے سفارت خانوں میں بالعموم اور سعودی عرب کے سفارت خانوں میں بالخصوص ایک مقام حاصل تھا۔ سعودی سفارت خانے کے ہر پروگرام میں شرکت فرماتے۔ ایک سے زائد مرتبہ وہ خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے مہمانِ خاص ٹھہرے اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 1996ء کی بات کہ بندۂ ناچیز کی ملاقات مولانا سے بیت اللہ کے دروازے (باب بلال) پر

ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑی بارعب شخصیت براجمان ہے۔ میں حاضر ہوا تو نہایت مشفقانہ انداز میں تعارف کیا اور فرمایا کہ سعودی سفیر نے مجبور کر کے حج کیلئے بھیجا ہے۔ یہی کیفیت مرحوم کی کویتی سفارت خانے میں بھی تھی۔ وہ ہر سال سعودی عرب، کویت، قطر اور متحدہ امارات کا وزٹ کرتے اور تبلیغی پروگرام کرتے۔ 2001ء میں بندۂ ناچیز جب قطر کے دورے پر گیا تو وہاں ہر شخص کی زبان پر مولانا محمد مدنی ؒ کا نام سنا۔ علامہ مرحوم مولانا محمد مدنی ہی کی شخصیت تھی جو کہ ان ممالک میں معروف تھی۔ وہ جاتے مجالس کرتے، پروگرام کرتے، انفرادی ملاقاتیں کرتے اور لوگوں کو صحیح عقائد کی دعوت دیتے۔

مولانا محمد مدنی مرحوم ایک لاجواب مدرس تھے۔ انہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ تعلیمات اسلامیہ سے کیا۔ ان کے تلمیذ خاص مولانا نعیم احمد صاحب جواب جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد کے مدیر ہیں، فرماتے ہیں کہ علامہ مدنی مرحوم صاف شفاف شخصیت کے مالک تھے۔ وہ طلبہ سے ہمیشہ مشفقانہ انداز میں پیش آتے۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں دوران تدریس آپؒ کے خادمِ خاص مولانا سعید اقبال طاہر فرماتے ہیں کہ میں مولانا کی خدمت پر مامور تھا، کبھی لغزش ہو جاتی تو معاف فرما دیتے۔ وہ جب جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ ادارہ علوم اُثریہ کے شعبہ تخصص کے طالب علم بھی تھے۔ ان کے اس وقت کے خاص ساتھی محقق العصر حضرت مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا محمد اکرم رحمانی فاضل مدینہ یونیورسٹی فرماتے ہیں کہ مرحوم ایک بہترین مخلص دوست تھے۔ انہوں نے اس دوستی کا حق ادا کر دیا۔ وہ اتنے بڑے مقام پر فائز ہونے کے بعد بھی نہیں بھولے۔ جب بھی فیصل آباد آتے تو بغیر ملے کبھی نہ جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک ملنسار انسان تھے جو کبھی نہیں بھولیں گے۔

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی ہی سے حاصل کی۔ وہ بلند پایہ عالم دین تھے۔ تبلیغی و تدریسی مشن ہی انہیں اوکاڑہ سے جہلم لے گیا۔ وہاں انہیں خوب پذیرائی ملی اور ہزاروں لوگوں کے عقائد کو درست کیا۔ مولانا مدنیؒ کی تربیت بھی ایسے حالات میں ہوئی وہ ادارہ علوم اُثریہ فیصل آباد اور جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد گجرات شہر میں رونتی والی مسجد میں آٹھ سال خطابت کے بعد مدینہ یونیورسٹی چلے گئے۔ وہاں چار سالہ کورس کرنے کے بعد واپس تشریف لائے اور حکومت سعودیہ کی طرف سے دعوت الی اللہ اور عقیدۂ توحید کا تادم حیات پرچار کرتے رہے۔ علامہ مدنی مرحوم مدینہ یونیورسٹی کے تعلیمی دورانیے میں حرم

نبویؐ میں پاکستانی، ہندوستانی اور بنگلہ دیش سے آنے والے حجاج کرام کو درس قرآن وحدیث دیتے۔ مولانا کا حلقۂ درس دیدنی ہوتا تھا۔ ان کے ساتھی حافظ عبدالغفار اعوان فرماتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ مولانا مدنیؒ خوب اچھے انداز میں لوگوں کو درس دیتے۔ ان کا درس عام فہم ہوتا تھالہذا لوگ اس میں کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے۔

حرمین سے واپسی کے بعد مولانا نے اپنا مسکن جہلم ہی کو بنایا۔ صرف خطبہ جمعہ کیلئے رونٹی والی مسجد گجرات جایا کرتے۔ البتہ 1986ء میں والد مرحوم کی وفات کے بعد مقامی جماعت کے پرزور اصرار پر مستقل طور پر جہلم تشریف لے آئے جہاں آپؒ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب مقرر کردیئے گئے اور آپؒ نے اپنے مرحوم باپ کے بنائے ہوئے اداروں کی ذمہ داری سنبھال لی اور انہیں احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ آج ان اداروں کا پوری دنیا میں ایک نام ہے۔ یہ سب مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جہلم اور اس کے اردگرد بائیس سے زائد اہل حدیث مساجد ہیں جن میں سینکڑوں بچے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور دینی علوم کی تدریس کیلئے دو اہم ادارے ہیں جن میں سے ایک بچوں کی جبکہ دوسرا بچیوں کی تعلیم وتربیت کیلئے کام کررہے ہیں۔ یہ ادارے مولانا کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا مرحوم کو ان کا ثواب پہنچتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔

مولانا کو ممتاز اہل علم سے خاص محبت تھی وہ اپنے اساتذہ اور علماء کی قدر کرتے تھے۔ انہیں اپنے گھر پر مدعو کرتے۔ وہ ایک درویش صفت انسان تھے۔ یہ چیز ان کے جنازے سے بھی محسوس ہورہی تھی۔ وہ تہجد گزار اور صف اول کے نمازی تھے۔ امانت، دیانت اور صداقت ان کی خاص صفات تھیں۔ وہ کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرتے۔ حرارتِ ایمانی ہمیشہ انہیں گرمائے رکھتی تھی۔ وہ مستجاب الدعوات تھے اور ہمیشہ اللہ کا ذکر کرنے والے ذاکر انسان تھے۔ دوران بیماری ہسپتال میں ان کے خادم خاص میرے ساتھی جناب حکیم ابراہیم صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا کی وفات کے وقت میں موجود تھا تو اس وقت میں نے ان کی زبان سے کلمۂ شہادت کہتے ہوئے سنا۔ وہ پکے مومن اور سچے انسان تھے۔ ان کی وفات سے اہل علم میں ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے جو کہ صدیوں پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

مولانا مرحوم ایک اچھے منتظم بھی تھے۔ اس چیز کا اندازہ ان کی زیرنگرانی چلنے والے اداروں کے